30

رمضان المبارک سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھاؤ

(فرمودہ 18 ستمبر 1942ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

"آج پھر ہم اس مہینہ میں سے گزر رہے ہیں جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ۔[1] یعنی وہ مبارک مہینہ ہے جس میں قرآن کریم کا نزول شروع ہوا یا جس کے برکات کے متعلق اور جس کی فضیلتوں کے متعلق قرآن کریم نے شہادت دی ہے۔ دنیا میں بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو احکامِ الٰہی کی قدر نہ کرتے ہوئے شریعت کے احکام کو پسِ پشت ڈال دیتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے بہانوں اور عذروں کی بناء پر اللہ تعالیٰ کی حکومت کے جوئے سے نکل بھاگنا چاہتے ہیں۔ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو حیلے تراش کر اپنے لئے کوئی نہ کوئی عذر کی بات کو تاڑ لیتے ہیں۔ مسلمانوں نے اپنی بدقسمتی سے شریعت کے احکام سے بچنے کے لئے بڑے بڑے حیلے تراشے ہیں اور ان حیلوں پر کتابیں لکھی ہیں جن کے ذریعہ انسان احکام شریعت سے بچ سکتا ہے۔ انسانی صحت کی بعض حالتیں ایسی ہوتی ہیں جو بیماری کے مشابہ ہوتی ہیں مگر بیماری نہیں ہوتیں۔ ان سے انسان کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ وہ اچھی طرح کھا پی سکتا ہے، چل پھر سکتا ہے، اس کی ساری طاقتیں کام کرتی ہیں مگر اس حالت نے ایسی مزمّن صورت اختیار کر لی ہوتی ہے کہ بظاہر وہ بیماری نظر آتی ہے لیکن دراصل بیماری نہیں ہوتی۔ ایسی خرابی بیماری کہلانے کی مستحق نہیں ہوتی جب تک کہ وہ ایسی صورت اختیار نہ کر لے کہ اس کے نتیجہ میں کوئی نئی بیماری پیدا ہو اور اس کی وجہ سے روزہ کا اثر انسان کی صحت پر پڑے۔ لیکن بہت سے لوگ ہیں جو صرف

ایسی کیفیت اور حالت کی وجہ سے روزوں سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ شریعت کے منشاء کو پورا کر رہے ہیں حالانکہ دنیا میں ایسا تندرست انسان تو ملنا قریباً ناممکن ہے جسے کوئی بیماری نہ ہو۔ بعض اطباء نے لکھا ہے کہ ایسا انسان جسے کوئی بیماری نہ ہو وہ آخری عمر میں جذام یا جنون وغیرہ کا شکار ہونے کے خطرہ میں ہوتا ہے۔ پس اس قسم کی مزمّن حالتیں جو دراصل انسانی صحت کا جزو بن گئی ہوتی ہیں اور جو اکثریت کے ساتھ لگی ہوتی ہیں وہ روزوں کو چھوڑنے کا بہانہ نہیں بن سکتیں۔ ہمارے ملک میں شاید غذاؤں کی صحیح طور پر نگرانی نہ ہونے کی وجہ سے عام لوگوں کی انتڑیوں میں ہلکی سی سوزش ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے ملک کی آبادی کا اکثر حصہ قبض کی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے۔ تو کیا اس کے یہ معنے ہیں کہ وہ سب روزوں سے بچ جائیں مگر یہ حالتیں بیماریاں نہیں ہیں بلکہ صحت کے مختلف مدارج ہیں۔ بیماری وہی ہے جو حاد ہو اور جو نیا حملہ کرتی ہے اور اسی کی بناء پر روزہ چھوڑا جا سکتا ہے یا پھر وہ مزمّن بیماری جس کی بناء پر ڈاکٹر اور طبیب روزہ نہ رکھنے کا مشورہ دے اور روزہ رکھنے سے معذور قرار دے دے ورنہ مزمّن حالتیں جو عام طور پر لاحق رہتی ہیں ان کی بناء پر روزہ چھوڑنا جائز نہیں۔ میری اپنی مثال ہی ہے میرے اندر ایک بیماری ہے جو خفیف سی قبض سے پیدا ہوتی ہے اور اسی سے پھر کئی قسم کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ 1918ء میں جب مَیں انفلوئنزا سے بیمار ہوا تھا اس وقت سے یہ شکایت چلی آتی ہے مگر عام صحت پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا لیکن یہ ایسی مزمن صورت اختیار کر گئی ہے کہ اگر اسے بیماری قرار دیا جائے تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ 1918ء کے بعد سے مجھ پر کوئی روزہ فرض نہیں مگر مَیں اپنے نفس کو دیکھتے ہوئے یہ جانتا ہوں کہ یہ بیماری نہیں ہے کیونکہ یہ حاد صورت نہیں بلکہ جسم کا ایک حصہ بن گئی ہے اور بیماری کے بعد جسم نے صحت کی صورت کو بدل دیا ہے۔

کئی لوگ ہیں جن کو آٹھ آٹھ دن پاخانہ نہیں آتا مگر یہ کوئی بیماری نہیں ہوتی۔ ان کی انتڑیوں کا عمل ہی ایسا ہو جاتا ہے، کسی دوسرے کو اتنے دنوں اگر پاخانہ نہ آئے تو کوئی ایسی بیماری ہو جائے جو شاید بے ہوش کر دے، بخار ہو جائے یا کوئی اَور تکلیف ہو جائے۔ مگر ان کو کوئی خاص تکلیف آٹھ آٹھ دن تک پاخانہ نہ آنے سے نہیں ہوتی کیونکہ ان کی انتڑیوں کا عمل

ہی ایسا ہو جاتا ہے۔ ان کا جسم حرکت ہی ایسے رنگ میں کرتا ہے اور ان کی انتڑیوں کا یہ عمل صحت کا حصہ ہو گیا ہوتا ہے۔ تو ایسی مزمن صورتیں جو بعض اوقات صحت کا جزو ہو چکی ہوتی ہیں اور ان کی وجہ سے روزہ چھوڑنا جائز نہیں۔ بعض لوگوں کی آنکھوں میں سرخی ہوتی ہے۔ جب سے وہ پیدا ہوئے ہوتے ہیں ان کی آنکھیں سرخ ہی ہوتی ہیں یا کسی بیماری کے بعد یہ حالت ہو جاتی ہے۔ اب آنکھوں کی سرخی عام طور پر تو بیماری ہے اور آنکھیں دکھنے کی علامت ہے مگر ایسے لوگوں کو نہ تو کوئی درد ہوتا ہے، نہ گھبراہٹ ہوتی ہے، نہ آنکھوں میں رمد آتی ہے۔ اس لئے آنکھوں کی یہ سرخی بیماری نہیں اور اس کی بناء پر روزہ نہیں چھوڑا جا سکتا کیونکہ یہ صحت کا حصہ ہے۔ دوسرے کے لئے بیماری ہے مگر ایسے انسان کے لئے بیماری نہیں۔ اس کی صحت نے عام صحت سے مختلف شکل بدل لی ہوتی ہے جیسے کیلا عام طور پر اکیلا ہوتا ہے مگر بعض دفعہ دو جڑے ہوئے بھی ہوتے ہیں لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ وہ کیلا نہیں رہا بلکہ آم ہو گیا ہے۔ بعض دفعہ آم کے دو پھل اکٹھے ہوتے ہیں مگر وہ ہوتے آم ہی ہیں یہ نہیں کہ وہ خربوزہ بن جاتے ہیں۔ تو انسانی صحت کی عام کیفیت اور ہوتی ہے اور خاص اثرات کی اَور۔ بعض لوگوں کو نزلہ نہیں ہوتا لیکن پھر بھی ناک سے رطوبت ہر وقت بہتی رہتی ہے، وہ جہاں بیٹھیں گے سرڑ سرڑ کرتے رہیں گے وہ کسی کام میں ان کے لئے روک نہیں ہوتا، وہ ہر کام کرتے ہیں۔ اگر زمیندار ہیں تو ہل بھی چلائیں گے یا جو کام کرتے ہیں کرتے رہیں گے۔ کھائیں گے پیئیں گے لیکن ہر وقت سرڑ سرڑ کرتے رہیں گے۔ یہ کوئی بیماری نہیں ہوتی بلکہ میوکس ممبرین (mucous membrane) کو عادت ہو جاتی ہے کہ ہر وقت کچھ نہ کچھ رطوبت چھوڑتی رہتی ہے۔ ان کو نہ نزلہ کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، نہ بخار ہوتا ہے اور نہ اس سے کسی قسم کا ضعف ہوتا ہے۔ مگر ان کا سرڑ سرڑ کرنا ہمیشہ جاری رہتا ہے۔ اب ایسا انسان اگر کہے کہ مَیں روزہ نہیں رکھتا کیونکہ مَیں بیمار ہوں تو وہ گناہ کرے گا کیونکہ دراصل وہ بیمار نہیں ہے۔ صرف اس کی صحت نے بیماری کے مشابہ شکل اختیار کر لی ہے۔

پھر مَیں نے دیکھا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اس لئے روزہ نہیں رکھتے کہ اس سے ضعف ہو جاتا ہے گویا وہ سمجھتے ہیں کہ روزہ ان کو موٹا تازہ کرنے کے لئے ہے۔ یہ ضعف

ہو جانا کوئی بیماری نہیں جس کی بناء پر روزہ چھوڑا جا سکے۔ ہاں وہ ضعف جو بغیر روزہ کے پیدا ہو وہ بیماری ہے۔ مثلاً 60-70 سال کا کوئی بوڑھا ہو، اس کا گوشت گھلنے لگا ہو، ٹانگیں لڑکھڑاتی ہوں، کھڑے ہونے سے کانپتی ہوں اور گرنے کا اندیشہ پیدا ہوتا ہو، نظر میں فرق آ گیا ہو، تو اس کا ضعف البتہ بیماری ہے۔ اگر ایسے شخص کو روزہ رکھوایا جائے تو اس کا ضعف بڑھے گا۔ ایسے ضعف کو بیماری کہا جاتا ہے اور ایسے شخص کے لئے بے شک جائز ہے کہ روزہ نہ رکھے۔ لیکن یوں تو دنیا میں کوئی ایسا انسان نہیں جسے روزہ رکھنے سے ضعف نہ ہوتا ہو، کوئی انسان کتنا طاقتور کیوں نہ ہو جب سحری کھائے گا تو اس کی صحت کی حالت اَور ہو گی اور شام کو افطاری کے قریب اَور ہو گی۔ اگر صبح کو وہ 15 میل دوڑ سکتا ہے تو شام کو اس کی دوڑنے کی طاقت اول تو 6-7 میل کی نہیں تو بارہ تیرہ میل کی تو ضرور ہی رہ جائے گی اور روزہ سے اتنا ضعف تو ہر شخص کو ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی بناء پر روزہ چھوڑنا درست نہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ بعض اطباء اور ڈاکٹر بھی اس بات میں مدد کرتے ہیں۔ کسی نے کہا کہ مجھے روزہ رکھنے سے ضعف ہوتا ہے تو جھٹ کہہ دیں گے کہ پھر روزہ نہ رکھو حالانکہ ان سے زیادہ کون اس سے واقف ہو سکتا ہے کہ روزہ کے نتیجہ میں ضرور کچھ نہ کچھ ضعف ہوتا ہے۔ وہ خود رکھتے ہیں اور کیا وہ نہیں جانتے کہ اس سے ضعف ہوتا ہے۔ کیا وہ صبح جب روزہ رکھتے ہیں تو کمزور ہوتے ہیں اور شام کو پہلوان بن جاتے ہیں۔ پس ان کو بھی احتیاط سے کام لینا چاہئے اور چاہئے کہ ایسے شخص کا سینہ دیکھیں، دل دیکھیں اور اگر ان اعضاء میں کمزوری پائیں تو پھر بے شک کہیں کہ یہ بیماری ہے لیکن اگر ایسا نہ ہو تو صرف یہ کہنے سے کہ روزہ سے ضعف ہو جاتا ہے روزہ چھوڑ دینے کا مشورہ نہیں دینا چاہئے۔ اگر کوئی شخص ان سے پوچھے تو چاہئے کہ اس کے جسم کا اچھی طرح معائنہ کریں اور پھر رائے دیں اور اگر وہ جسم کا معائنہ نہ کرانا چاہے تو ایسے شخص سے کہہ دیں کہ روزہ تو اللہ تعالیٰ نے رکھا ہی اس لئے ہے کہ انسان کو کچھ ضعف ہو اور انسان ضعف کا بھی کچھ مزہ چکھے۔ اس کے سوا جو ڈاکٹر یا طبیب یونہی کسی کے کہنے پر کہ مجھے روزہ سے ضعف ہو جاتا ہے اسے روزہ چھوڑ دینے کا مشورہ دے دیتا ہے وہ گناہ میں شریک ہے۔ ایک شخص اپنا ہی بوجھ نہیں اٹھا سکتا تو جس کے مشورہ سے 20 آدمی روزہ چھوڑیں وہ ان کا بوجھ کس طرح اٹھا سکے گا۔ پس چاہئے کہ

جو شخص ایسی شکایت کرے، اسے کہیں کہ اپنے جسم کا اچھی طرح معائنہ کراؤ تا مَیں فیصلہ کر سکوں ورنہ صرف یہ کہہ دینے سے کہ روزہ سے ضعف ہو جاتا ہے روزہ چھوڑ دینے کا مشورہ دینا گناہ ہے۔ ایسے شخص کو تو یہی کہنا چاہئے کہ روزہ اللہ تعالیٰ نے رکھا ہی اس لئے ہے تا کہ کچھ ضعف ہو۔ غرض بعض لوگ خدا تعالیٰ کے احکام میں بناوٹ اور تصنع کے ساتھ بچاؤ کی صورت پیدا کرنا چاہتے ہیں اور حیلے تراش کر ان سے آزاد ہونا چاہتے ہیں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے احکام انسان کے فائدہ کے لئے ہیں، وہ سزا یا چٹی نہیں ہوتے۔ ہر حکم ایسا ہے جیسے کوئی کسی کو انعام دیتا ہے۔ کیا دنیا میں کبھی ایسا ہوا ہے کہ کوئی شخص کسی کو تحفہ دینا چاہے اور وہ اس سے بچنے کی کوشش کرے، ایسا نہیں ہوتا بلکہ وہ تو اس کا ممنون ہوتا ہے۔ پس جب اللہ تعالیٰ انسان کو حکم دیتا ہے کہ نماز پڑھو تو وہ اسے تحفہ دیتا ہے، جب حکم دیتا ہے کہ روزہ رکھو تو اس پر انعام کرتا ہے، جب کہتا ہے زکوٰۃ دو یا حج کرو تو انسان کو تحفہ دیتا ہے اس پر کوئی بوجھ نہیں لادتا اور انسانوں کے تحفوں کو جب ہم خوشی سے قبول کرتے ہیں اور وہ محبت بڑھانے اور تعلقات کو مضبوط کرنے کا موجب ہوتے ہیں تو خدا تعالیٰ کے تحفہ کی کتنی قیمت ہونی چاہئے اور ہمیں اس کی کتنی قدر کرنی چاہئے۔ پس یہ رمضان کے روزے اللہ تعالیٰ کا تحفہ ہیں۔ صبح کے وقت جب ہم روزہ رکھتے ہیں تو خدا تعالیٰ کے فرشتے خلعتوں کے بھرے ہوئے تھال لا کر دیتے ہیں اور شام کو بھی جب ہم روزہ افطار کرتے ہیں تو خدا تعالیٰ کے فرشتے خلعتوں کے تھال لے کر آتے ہیں اور بندے کو دیتے ہیں اور جو انسان روزہ سے بچنا چاہتا ہے وہ گویا خدا تعالیٰ کے انعاموں سے بچتا ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے والی خلعتوں سے بچتا ہے۔ پس چاہئے کہ جہاں تک ہو سکے زیادہ سے زیادہ روزے رکھے جائیں اور رمضان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جائے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ جو انسان واقعی بیمار ہے اور پھر بھی روزہ رکھتا ہے اس کا روزہ روزہ نہیں بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے انعامات کی ہتک کرنے والا ہے۔ جب بھی بیماری بیماری کی صورت میں آتی ہے خواہ اس دن وہ برا اثر نہ ڈالے پھر بھی وہ بیماری ہے اور روزہ نہیں رکھنا چاہئے کیونکہ اگر وہ آج کوئی بُرا اثر نہیں ڈالتی تو کل ضرور ڈالے گی اور ایسے بیمار کے لئے روزہ جائز نہیں۔ جس طرح بعض شکلیں صحت کی ایسی ہوتی ہیں جو بیماری سے مشابہہ ہوتی ہیں اسی طرح

بعض شکلیں بیماری کی ایسی ہوتی ہیں جو صحت کے مشابہ ہوتی ہیں مثلاً نزلہ ہوتا ہے۔ انسان کہتا ہے کہ مجھے کوئی پتہ نہیں کہ مجھے کوئی تکلیف ہے لیکن درحقیقت نزلہ اگر واقعی نزلہ ہے، یہ نہیں کہ یونہی ذراسی رطوبت خارج ہوتی ہے تو وہ بیماری ہے۔ یہ بھی صحیح ہے کہ نزلہ کی ابتدائی صورت میں فاقہ سے بھی فائدہ ہوتا ہے لیکن فاقہ بھی ایک حد تک مفید ہوتا ہے۔ اگر فاقہ کو لمبا کر دیا جائے تو یہی نزلہ سل اور دِق کی شکل اختیار کر سکتا ہے۔ پس بیمار انسان اگر کہتا ہے کہ مَیں کافی طاقتور ہوں، روزہ رکھ سکتا ہوں اور رکھتا ہے تو بُرا کرتا ہے اسی طرح جو شخص سفر کرتا اور روزہ رکھتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے انعام کو رد کرتا ہے۔

سفر کے متعلق میرا عقیدہ اور خیال یہی ہے۔ ممکن ہے بعض فقہاء کو اس سے اختلاف ہو کہ جو سفر سحری کے بعد سے شروع ہو کر شام کو ختم ہو جائے وہ روزہ کے لحاظ سے سفر نہیں۔ سفر میں روزہ رکھنے سے شریعت روکتی ہے مگر روزہ میں سفر کرنے سے نہیں روکتی۔ پس جو سفر روزہ رکھنے کے بعد سے شروع ہو کر افطاری سے پہلے ختم ہو جائے وہ روزہ کے لحاظ سے سفر نہیں۔ وہ روزہ میں سفر ہے۔ سفر میں روزہ نہیں۔ جیسے مثلاً ظہر کی نماز کا وقت 1/2 12 سے 3 1/2 تک ہوتا ہے۔ اب اگر کوئی شخص ایک بجے سفر شروع کرے اور تین بجے ختم کر دے۔ آجکل موٹروں وغیرہ کی سہولت کے باعث اتنے وقت میں کافی سفر ہو سکتا ہے۔ انسان بٹالے جا کر واپس آ سکتا ہے بلکہ اگر پختہ سڑک ہو تو امرت سر جا کر بھی واپس آ سکتا ہے اور تیس چالیس میل کا سفر کر سکتا ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص ایسے سفر میں نماز قصر کر کے پڑھے تو ہم کہیں گے کہ اس نے شریعت کے منشاء کو پورا نہیں کیا۔ کیوں اس نے نماز سفر شروع کرنے سے پہلے یا ختم کرنے کے بعد نہیں پڑھی۔ یہ نماز کے وقت میں سفر ہے۔ سفر میں نماز نہیں۔ ہاں اگر کوئی بارہ بجے سفر شروع کرتا اور مثلاً چار بجے ختم کرتا ہے تو اس کا سفر نماز کے وقت سے آگے نکل گیا اس لئے اسے آدھی نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ وہ اگر پوری پڑھتا ہے تو غلطی کرتا ہے۔ پس جو سفر صبح سے شروع ہو کر شام تک ختم ہو جائے وہ روزہ کے لئے سفر نہیں، نماز کے لئے ہے۔ وہ ظہر اور عصر کی نمازیں پڑھے گا قصر کر کے مگر روزہ رکھے گا۔ میرا اپنا عمل یہی ہے۔ مَیں ایک دفعہ رمضان میں روزہ رکھ کر دریا پر گیا۔ ہم لوگ صبح گئے اور شام کو آ گئے۔

راستہ میں بعض ایسے واقعات ہوئے کہ مجھے ڈر ہؤا کہ شاید شام تک واپس نہ پہنچ سکیں لیکن مَیں نے بہت جلدی کی اور گھوڑا دوڑاتا آیا اور اسے دوڑاتے دوڑاتے شام سے قبل قادیان کی زمین میں لے آیا۔ میرے ساتھی حیران تھے کہ کیا بات ہے۔ اتنی جلدی کیوں کر رہے ہیں مگر مَیں چاہتا تھا کہ سفر روزہ کے اندر ہی ختم ہو جائے۔ تو شریعت نے جو سہولتیں دی ہیں ان سے فائدہ نہ اٹھانا بھی ناجائز ہے۔ جو بیمار روزہ رکھتا ہے وہ گنہگار ہے۔ کم سے کم اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری کرنے والا ہے۔ اسی طرح جو سفر میں روزہ رکھتا ہے وہ بھی غلطی کرتا ہے اور روزہ تو اس کا بالکل نہیں ہوتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی سفر میں روزہ رکھ لے تو کیا اس کا روزہ ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ مسافر کا روزہ بہرحال روزہ نہیں شمار ہوگا۔ نفلی روزہ تو بے شک بن جائے گا مگر فرضی نہیں۔ فرضی پھر رکھنے ہوں گے۔ مَیں نے دیکھا ہے بعض لوگ سفر میں روزہ رکھ لیتے ہیں اور پوچھا جائے تو کہتے ہیں پھر رکھنا مشکل ہوتا ہے اس لئے ابھی رکھ لیتے ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ مشکل کام ہی اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہی اس لئے تھا کہ وہ چاہتا تھا کہ مشکل کام کرائے اس لئے اگر وہ مشکل ہے تو وہی کرو۔

اس کے علاوہ بعض اَور باتیں بھی ہیں جو اِن دنوں میں مدنظر رکھنی چاہئیں مثلاً دکاندار ان ایام میں ایسے طریق پر کام کریں کہ دوسروں کے لئے ٹھوکر کا موجب نہ ہو۔ ایک دکان میں کوئی بیمار یا مسافر بیٹھ کر کھا رہا ہوتا ہے اور دشمن پاس سے گزرتا ہے تو سمجھتا ہے کہ احمدی روزے نہیں رکھتے۔ ہر دکاندار بھی واعظ ہے اس کا صرف یہی فرض نہیں کہ کوئی ایک آنہ کا دودھ لینے آئے تو دے دے بلکہ یہ بھی ہے کہ اسے نصیحت کرے اور کہے کہ آپ احمدی ہیں، مسلمان ہیں آپ کو روزہ رکھنا چاہیئے۔ روزہ ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اگر وہ ایسا کرے تو اس کی روزی حلال کی روزی ہوگی ورنہ اگر وہ تبلیغ نہیں کرتا اور تبلیغ کے فرض کو بھول جاتا ہے تو وہ خود بھی حرام کھاتا ہے اور بیوی بچوں کو بھی حرام کھلاتا ہے اور ایسے بچے جو حرام کے مال سے پلے ہوئے ہوں اور جن کے خون کا ہر قطرہ حرام کا بنا ہؤا ہو، نیک اور دیندار نہیں ہو سکتے۔ پس اگر ایک شخص جو تندرست ہے اور مسافر بھی نہیں اس کے پاس سَودا لینے آتا ہے تو دکاندار کا

فرض ہے کہ اسے نصیحت کرے لیکن اگر کوئی بیمار یا مسافر آئے تو اسے بھی کہے کہ آپ اندر کونے میں آجائیں اور وہاں بیٹھ کر کھائیں تا دوسروں کو ٹھوکر نہ لگے۔ ہاں ایسی بات کو حد تک پہنچانا بھی گناہ ہے کیونکہ وہ منافقت بن جاتی ہے۔ جس طرح پاخانہ میں کھڑے ہو کر کھانا بھی غلطی ہے اسی طرح اگر انسان بیمار ہو اور اس وجہ سے روزہ نہ رکھے لیکن دوسروں پر ظاہر اس طرح کرے کہ گویا اس نے روزہ رکھا ہوا ہے تو یہ بھی گناہ ہے۔ مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دہلی سے تشریف لا رہے تھے۔ مَیں بھی ساتھ تھا۔ امرت سر میں آپ کا لیکچر مقرر ہو چکا تھا۔ آپ لیکچر دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو مفتی فضل الرحمان صاحب مرحوم نے اس خیال سے کہ گلے کو تکلیف نہ ہو آپ کے لئے چائے کی پیالی تیار کر کے پیش کی۔ مَیں بھی اس وقت پاس ہی بیٹھا تھا۔ مَیں نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہاتھ کے اشارہ سے پیچھے ہٹایا اور چائے پیش کرنے سے روکا۔ تھوڑی دیر بعد مفتی صاحب نے پھر چائے پیش کرنی چاہی مگر آپ نے پھر روکا۔ گویا دو بار آپ نے یہ اشارہ فرمایا کہ خواہ مخواہ دوسروں کے لئے ٹھوکر کا باعث نہ بننا چاہئے مگر مفتی صاحب نے نہ سمجھا اور پھر چائے پیش کر دی۔ اب گویا مشکل یہ بن گئی تھی کہ نہ پینا مسئلہ کو چھپانا ہو جاتا اس لئے آپ نے پیالی ہاتھ میں لے کر منہ سے لگائی اور ادھر لوگوں نے اینٹیں، پتھر مارنے شروع کر دیئے اور گالیاں دینے لگے اور ایسی شورش ہوئی کہ پولیس آپ کو گاڑی میں سوار کر کے قیام گاہ پر پہنچانے پر مجبور ہو گئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انکار پر زیادہ اصرار کرنا بھی نامناسب تھا۔ بہتر یہی ہے کہ جہاں تک دوسرے کو ٹھوکر سے بچایا جا سکے بچایا جائے۔ مگر یہ بھی درست نہیں کہ روزہ نہ ہو اور ظاہر اس طرح کیا جائے کہ لوگ سمجھیں روزہ ہے۔ جہاں یہ منع ہے کہ رمضان کے دنوں میں بازار میں کھایا جائے وہاں روزہ نہ ہونے کی صورت میں ظاہر یہ کرنا کہ روزہ ہے منافقت بن جاتی ہے۔ پس ہمارے دکانداروں کو مُمد ہونا چاہئے مظلوم جماعت کے قیام اور اسلام کی تعلیم کو پھیلانے میں۔ اگر ایک شخص ہٹا کٹا اور تندرست ہے تو جب وہ سَودا لینے آئے تو اسے روکیں اور کہیں کہ تمہیں روزہ رکھنا چاہئے۔ وہ یہ خیال ہرگز نہ کریں کہ اس طرح ہماری بِکری پر اثر پڑے گا اور ہم کنگال ہو جائیں گے۔ جو انسان خدا تعالیٰ پر

توکل کرتا ہے وہ کنگال نہیں ہوتا۔ یہ اپنی بے ایمانی ہوتی ہے جو انسان کو کنگال بناتی ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ پر یقین اور توکل رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے غیب سے سامان مہیا کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والا انسان دنیا میں ذلیل کبھی نہیں ہوتا۔ فاقے اسے بے شک آئیں مگر وہ ذلیل نہیں ہو سکتا۔ یاد رکھنا چاہئے کہ فاقہ موجب ذلت نہیں بلکہ ذلت ذلت والی روٹی کھانے میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی فاقے آتے تھے مگر آپ کے مقابلہ میں ان لوگوں کی کیا عزت ہے جن کے دستر خوانوں پر چالیس چالیس کھانے ہوتے ہیں۔ آپ کے سامنے رکھی ہوئی کھجوریں کہیں زیادہ قیمتی ہیں بہ نسبت ان بھنے ہوئے دنبوں کے جو دوسروں کے دستر خوان پر ہوتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ مومن کے لئے غیب سے سامان کرتا ہے اور ایسے سامان کرتا ہے کہ کسی کے وہم میں بھی نہیں آسکتے۔ دشمن بسا اوقات حیران رہ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ خبر نہیں اسے کہیں سے خزانہ مل گیا یا اس نے کہیں چوری کی ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے غیب سے دیتا ہے اور اس طرح دیتا ہے کہ اس کے اپنے وہم میں بھی نہیں ہوتا۔ خود میری اپنی زندگی میں پانچ سات مواقع ایسے آچکے ہیں کہ جب مجھ پر اتنا قرض ہو گیا کہ مَیں نے سمجھا اب تو مَیں اپنی زندگی میں اسے نہ اتار سکوں گا مگر جس وقت یہ خیال کیا اللہ تعالیٰ نے سامان پیدا کر دیئے کہ وہ اتر گیا۔ کچھ مدت بعد پھر قرض ہو گیا اور مَیں نے اپنے نفس سے کہا کہ پہلے تو قرضہ اتر گیا تھا مگر اب ایسے پھنسے ہو کہ اب نہ اتار سکو گے۔ لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان کر دیئے کہ وہ اتر گیا۔ تو اللہ تعالیٰ ایسے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ بسا اوقات اس میں انسان کی عقل و سمجھ کا کوئی دخل نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات تو ایسا ہوتا ہے کہ انسان ایک غلطی کرتا ہے اس سے کوئی بے وقوفی سرزد ہو جاتی ہے مگر اس کا نتیجہ اعلیٰ درجہ کا پیدا ہو جاتا ہے۔ پس یہ خیال مت کرو کہ اگر کسی کو روزہ رکھنے کی نصیحت کرو گے تو گاہک ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ اگر دس بیس یا پچاس روپیہ کا گاہک ہاتھ سے جاتا رہے گا تو غیر محدود خزانوں والا خدا تمہارا گاہک بن جائے گا۔ یہ صرف ایمان کی بات ہے۔ ایک بزرگ کے متعلق آتا ہے کہ وہ کسی کے مقروض تھے۔ قرض خواہ تقاضا کرنے آیا اور کہا کہ آپ نے مجھ سے فلاں رقم قرض لی ہوئی ہے وہ اب ادا کر دو۔ اس نے مطالبہ میں سختی کی اور گالی گلوچ پر اتر آیا۔ وہ خاموش بیٹھے رہے اور کہتے رہے

اچھا اللہ تعالیٰ ابھی کوئی انتظام کر دے گا۔ اتنے میں ایک لڑکا حلوا بیچتا ہوا ادھر آ نکلا۔ انہوں نے اس سے حلوا لے لیا، اس قرض خواہ کو بھی کھلایا کہ تا وہ ذرا ٹھنڈا ہو۔ اپنے ساتھیوں کو بھی کھلایا اور اس حلوا فروخت کرنے والے لڑکے کو بھی کھلایا مگر جب لڑکے نے قیمت مانگی جو آٹھ آنہ کے قریب تھی تو اسے کہا کہ ابھی تو نہیں۔ یہیں ٹھہرو، اللہ تعالیٰ بھیج دے گا۔ وہ لڑکا رونے لگا اور قرض خواہ نے اور بھی بُرا بھلا کہنا شروع کیا اور کہا کہ میرے پیسے تو دبائے ہی تھے اس غریب کے بھی دبائے۔ وہ لڑکا روئے اور بزرگ کہیں کہ میاں ٹھہرو اللہ تعالیٰ سامان کر دے گا۔ یہ سن کر اسے اَور بھی یقین ہوتا جائے کہ اب پیسے نہیں ملیں گے اور وہ اور رونے لگے۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے اس بزرگ کو ایک پڑیا دی کہ فلاں شخص نے آپ کی خدمت میں یہ ہدیہ بھیجا ہے۔ آپ نے اسے کھولا تو اس میں اتنے روپے تھے جتنے کا وہ قرض خواہ تقاضا کر رہا تھا، حلوے کی قیمت نہ تھی۔ اس بزرگ نے اس شخص سے کہا کہ میاں تمہیں غلطی لگی ہے یہ ہمارے لئے نہیں۔ اس نے کہا ہاں واقعی غلطی ہوئی۔ ایک پڑیا کسی دوسرے کے لئے اس نے دی تھی۔ مَیں نے غلطی سے آپ کی پڑیا اس کے لئے رکھ لی اور اس کی آپ کو دے دی۔ چنانچہ اس نے دوسری پڑیا دی اور اسے کھولا تو اس میں حلوے کی قیمت بھی موجود پائی۔ تو جب انسان توکّل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ خود اس کے لئے غیب سے سامان کر دیتا ہے۔ اپنی ایمانی کمی کے نتیجہ میں تکلیف ہوتی ہے۔ جو لوگ گھبرا کر بندوں کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں وہ خود اپنے لئے مصائب پیدا کرتے ہیں۔ مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک بزرگ کا واقعہ کئی دفعہ سنا ہے جو دنیا سے علیحدہ ہو کر جنگل میں چلے گئے اور فیصلہ کیا کہ اب وہاں خدا تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور بندوں سے کوئی سروکار نہیں رکھیں گے۔ وہ جنگل میں رہنے لگے اور اللہ تعالیٰ ہر روز کسی نہ کسی کے دل میں تحریک کر دیتا اور وہ انہیں کھانا پہنچا دیتا۔ کچھ عرصہ کے بعد انہیں خیال آیا کہ میرا توکل کامل ہو گیا ہے حالانکہ ابھی نہ ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کی کمزوری کو واضح کرنا چاہا اور ایک دن کسی کے دل میں بھی انہیں کھانا پہنچانے کی تحریک نہ کی۔ انہوں نے صبر سے کام لیا۔ دوسرے دن پھر اللہ تعالیٰ نے کسی کو تحریک نہ کی اور انہوں نے پھر صبر سے کام لیا مگر تیسرے دن پھر اللہ تعالیٰ نے کسی کو تحریک نہ کی۔ یہ دیکھ کر

انہوں نے دل میں کہا یہ تو نا قابل برداشت ہے اور اتنے دن فاقہ سے نہیں رہا جا سکتا۔ چنانچہ وہ گاؤں کی طرف چل پڑے وہاں پہنچ کر اپنے کسی واقف یا دوست سے کہا کہ اس طرح میں تین روز سے بھوکا ہوں تمہارے پاس اگر زائد کھانا ہو تو مجھے کچھ دے دو۔ اس نے تین روٹیاں اور کچھ سالن دیا جسے وہ لے کر جنگل کی طرف چل پڑے۔ جس شخص نے ان کو روٹیاں دیں اس کا ایک کتّا تھا۔ جب یہ روٹی لے کر چلے تو وہ بھی پیچھے پیچھے ہو لیا۔ جب وہ کچھ دور تک ساتھ گیا تو اس بزرگ کو خیال آیا کہ واقعی اس کا بھی حصہ ہے اور ایک روٹی اور تیسرا حصہ سالن کا اس کے آگے ڈال دیا اور خود آگے چل پڑے۔ کتّے نے وہ جلدی جلدی کھالیا اور پھر پیچھے پیچھے ہو لیا اس بزرگ نے کہا کہ اس کا حق زیادہ ہے یہ ہر وقت اپنے مالک کے دروازہ پر پڑا رہتا ہے اور مَیں تو صرف دوستانہ حق کی وجہ سے مانگنے کے لئے آ گیا تھا اور ایک اَور روٹی اور آدھا سالن اسے ڈال دیا جو اس نے کھالیا۔ اور پھر پیچھے پیچھے چل پڑا اور ساتھ ساتھ بھونکتا بھی جائے۔ اس پر اس بزرگ نے کتّے کو مخاطب کر کے کہا کہ تُو بڑا بے حیا ہے مَیں نے دو روٹیاں اور دو حصہ سالن تجھے دے دیا مگر تُو پھر پیچھا نہیں چھوڑتا۔ اس پر ان پر فوراً کشف کی حالت طاری ہو گئی اور کُتّے نے ان سے باتیں شروع کر دیں (کشف کی حالت میں کُتّے بھی انسان سے باتیں کر لیتے ہیں بلکہ ہر چیز کر لیتی ہے) اس کُتّے نے کشفی حالت میں اس بزرگ سے کہا کہ بے حیا میں ہوں یا آپ۔ مجھے اپنے مالک کے دروازہ پر سات سات دن کے فاقے آئے ہیں مگر مَیں نے کبھی اس کے دروازہ کو نہیں چھوڑا حالانکہ مجھے وہاں سے روٹی ملتی بھی ہے تو بہت کم اور بچی کھچی۔ مگر تمہیں تمہارا خدا روزانہ اچھے کھانے بھجواتا رہا ہے اور صرف تین روز فاقے آئے اور تم بھاگے بندوں کی طرف۔ یہ سن کر انہیں بہت ندامت ہوئی اور تیسری روٹی اور سالن بھی کتّے کے آگے ڈال کر استغفار کرتے ہوئے اپنی جگہ پر واپس گئے۔ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ کئی لوگ وہاں کھانا لئے بیٹھے ہیں۔ انہیں دیکھتے ہی وہ لوگ تین روز تک کھانا نہ لا سکنے کے لئے معذرتیں کرنے لگے۔ کوئی کہتا کہ میرا بچہ بیمار ہو گیا تھا اس لئے نہ آ سکا، کسی نے کوئی عذر پیش کیا اور کسی نے کوئی۔ تو جن کو اللہ تعالیٰ پر صحیح توکل ہو، ان کے لئے اللہ تعالیٰ خود بخود بندوں کے دلوں میں تحریک کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس بارہ میں دو قانون ہیں۔ ایک عام اور ایک خاص۔

قانون عام کے طور پر تو اس نے قرآن کریم میں تحریک کر ہی دی ہوئی ہے۔ چنانچہ اس نے فرمایا ہے کہ میرے بعض مومن بندے ایسے ہیں جو سوال کرنا پسند نہیں کرتے۔[2] لیکن دوسرے مومنوں کو چاہئے کہ ان کی ضروریات کا خیال رکھیں، ان کی زبان پر اگر توکّل کا قفل لگا ہوتا ہے تو کیا تمہاری آنکھیں بھی نہیں ہیں کہ تم دیکھ سکو۔ یہ تحریک عام ہے۔ ادھر توکل کی وجہ سے ایک مومن کی زبان بند ہوتی ہے تو دوسروں کو حکم دیا ہے کہ آنکھیں کھولو اور ان کا خیال رکھو۔ ایسا نہ ہو کہ میرے بندے بھوکے رہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ بھی متوکلین میں سے تھے۔ وہ مسجد نبوی میں بیٹھے رہتے تھے اس خیال سے کہ رسول کریم ﷺ جو بات کریں وہ سُن سکیں اور کوئی بات رہ نہ جائے۔ وہ چونکہ بعد میں ایمان لائے تھے اس لئے چاہتے تھے کہ آنحضرت ﷺ سے زیادہ سے زیادہ باتیں سن سکیں اور اس وجہ سے کئی کئی وقت کا فاقہ ان پر آجاتا تھا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ کئی روز کا فاقہ تھا اور کھانے کو کچھ نہ مل سکا۔ مَیں مسجد کے دروازہ پر کھڑا ہو گیا کہ شاید کسی کو میری حالت دیکھ کر کھانے کو کچھ دینے کا خیال آجائے اور جب دیکھوں کہ رسول کریم ﷺ باہر تشریف لائے ہیں تو فوراً حاضر بھی ہو سکوں۔ وہ کہتے ہیں مَیں وہاں کھڑا رہا۔ اتنے میں حضرت ابوبکرؓ گزرے اور مَیں نے ان سے ایک آیت کی تفسیر پوچھی جس کا مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں بیٹھے رہتے ہیں ان کی خدمت کرنی چاہئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس کی تفسیر بیان کی اور آگے چل دیئے۔ حضرت ابوہریرہؓ بڑے ناز سے کہتے ہیں کہ اونہہ۔ گویا ابوبکر مجھ سے زیادہ تفسیر جانتے تھے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ گزرے۔ ان سے بھی مَیں نے وہی سوال کیا اور وہ بھی اس آیت کی تفسیر بیان کر کے آگے چلے گئے۔ حضرت ابوہریرہؓ پھر بڑے ناز سے کہتے ہیں کہ اونہہ۔ گویا عمرؓ نے سمجھا کہ اسے مجھ سے زیادہ معنے آتے ہیں۔ مَیں بھوک کی شدت سے بے چین ہو رہا تھا مگر کسی سے مانگنا نہ چاہتا تھا کہ اتنے میں ایک نہایت شیریں اور پیار سے بھری ہوئی آواز آئی جو کہہ رہی تھی کہ ابوہریرہ تم بھوکے ہو۔ مَیں نے مڑ کر دیکھا تو آنحضرت ﷺ اپنے دروازہ کے آگے کھڑے تھے اور مسکرا رہے تھے۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ سے آپ نے آیت کی تفسیر پوچھی اور وہ اصل بات نہ سمجھ سکے مگر آنحضرت ﷺ کے کان میں گھر کے اندر آواز پڑی اور آپ نے پہچان لیا

کہ ابوہریرہ بھوکا ہے۔ وہ متوکل ہونے کی وجہ سے کسی سے مانگنا نہیں چاہتا۔ آپؐ نے ابوہریرہ سے کہا ابوہریرہ ادھر آؤ! ہم بھی بھوکے ہیں۔ مگر ایک دوست نے دودھ کا ایک پیالہ بطور تحفہ بھیجا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ یہ سن کر میری جان میں جان آئی کہ یہ دودھ مجھے مل جائے گا مگر آپؐ نے فرمایا کہ ابوہریرہ جاؤ مسجد میں کوئی اَور بھی بھوکا ہو تو اسے بلا لاؤ۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ مَیں گیا تو اصحاب الصفّہ میں سے سات اَور تھے۔ یہ دیکھ کر میرا دل تو گھٹنے لگا۔ مَیں نے سوچا کہ مَیں اتنے دنوں سے بھوکا ہوں ایک پیالہ دودھ کا ہے اور سات اَور پینے والے موجود ہیں۔ میرے حصہ میں کیا آئے گا۔ وہ جب ان کو لے کر آنحضرت کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے ان سات میں سے ایک کو پہلے وہ پیالہ دیا۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ یہ دیکھ کر مجھے اَور بھی فکر ہوا۔ اس شخص نے وہ پیالہ لیا اور خوب سیر ہو کر پیا اور پھر پیالہ رکھ دیا مگر آپؐ نے فرمایا اور پیو اس نے اَور پیا اور جب ختم کر چکا تو آپؐ نے فرمایا اَور پیو۔ آپؐ جوں جوں اَور پینے پر اصرار کرتے میرا دل گھٹتا جاتا کہ میرے لئے کچھ نہ بچے گا۔ اس کے بعد آپؐ نے دوسرے کو وہ پیالہ دیا اور پھر تیسرے کو۔ حتّٰی کہ ان ساتوں نے وہ دودھ پیا اور ان میں ہر ایک کو آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اصرار کے ساتھ کہہ کہہ کر خوب پلایا اور آخر میں وہ پیالہ مجھے دیا اور مَیں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ پیالہ اسی طرح بھرا ہوا تھا۔ جب مَیں نے پی کر چھوڑا تو آپؐ نے فرمایا۔ ابوہریرہ اَور پیو۔ چنانچہ مَیں نے اَور پیا۔ اور آپؐ نے فرمایا اَور پیو۔ مَیں نے پھر اَور پیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا اَور پیو۔ اس پر مَیں نے کہا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ آپ کی جان کی قسم اب تو میری انگلیوں میں سے دودھ باہر نکلنے لگا ہے۔ اس پر آپؐ نے وہ پیالہ مجھ سے لیا اور خود پینے لگے۔[3] یہ متوکل لوگ تھے۔ ان کی روزی کا کوئی سامان نہ تھا مگر خدا تعالیٰ خود سامان کرتا تھا۔ لیکن اگر وہ بھوک کی حالت میں مر بھی جاتے تو بھی بڑے بڑے بادشاہوں کی نسبت ان کا مرتبہ بلند ہوتا۔ تو لوگ توکل کی قدر کو نہیں جانتے اور مانگنے چلے جاتے ہیں اور وہ حالت پیدا نہیں ہونے دیتے کہ اللہ تعالیٰ خود ان کے لئے تحریک کرے۔ خدا تعالیٰ کے نبی غریب ہوتے ہیں مگر وہ مانگتے کسی سے نہیں۔ خدا تعالیٰ خود ان کے لئے لوگوں کے دلوں میں تحریک کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ یَنْصُرُکَ رِجَالٌ نُوْحِیْ اِلَیْھِمْ[4] ایسے لوگ آپ کی مدد

کریں گے جن کو ہم وحی کریں گے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں وحی کرتا تھا اور وہ آپ کے پاس آتے تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے اس وقت میری عمر پندرہ سال کے قریب تھی، حضرت مسیح موعود علیہ السلام باغ میں رہتے تھے۔ ایک دن آپ نے حضرت اماں جان کو بلایا اور فرمایا زلزلہ اور طاعون وغیرہ کی وجہ سے آجکل مہمان یہاں بہت آتے ہیں اور خرچ بہت ہو رہا ہے اور اب پیسے نہیں رہے۔ اس لئے میری تجویز ہے کہ اب کچھ قرض لے لیا جائے۔ اس کے بعد آپ نماز کے لئے تشریف لائے۔ باغ میں جو چھوٹا سا چبوترہ بنا ہے اس کے پاس نماز ہوتی تھی۔ وہاں آپ نماز میں شامل ہوئے اور جب واپس گھر گئے تو تھوڑی دیر کے بعد اپنے کمرہ کے اندر سے مسکراتے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا کہ نماز سے پہلے مَیں قرض لینے کی تجویز کر رہا تھا مگر نماز کے وقت ایک ایسے شخص نے جس کے کپڑے بہت میلے کچیلے سے تھے اور جس کے کپڑے پورے بھی نہ تھے اس نے مجھے ایک پوٹلی دی جس کے وزن سے مَیں نے اندازہ کیا کہ پیسے ہیں مگر مَیں نے آکر دیکھا تو دو سو سے اوپر رقم اس پوٹلی میں سے نکلی ہے۔ تو معلوم نہیں وہ دینے والا کون تھا۔ مگر وہ وہی تھا جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے وحی کی۔ معلوم نہیں اس نے کن مصیبتوں سے یہ روپیہ جمع کیا ہو گا۔ شاید اس نے مکان بنانے کے لئے جمع کیا ہو یا کسی بچے کی شادی کے لئے یا کسی اَور غرض کے لئے مگر خدا تعالیٰ کے فرشتے اس کے پاس آئے اور کہا کہ ہم تمہیں ایک بہت ہی نفع مند سودا بتاتے ہیں۔ جاؤ اور خدا تعالیٰ کے مسیح کو یہ روپیہ دے آؤ چنانچہ وہ دے گیا۔ یہ وحی الٰہی ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مدد کے لئے خود دوسروں کو تحریکیں کرتا ہے۔ پس یہ مت سمجھو کہ ہمارا رزق ہمارے اپنے ہاتھوں میں ہے۔ اگر توکل سے کام لو تو اللہ تعالیٰ ضرور کشائش کر دے گا۔ اگر رزق اپنے ہاتھ میں رکھو گے تو اتنا ہی پیدا کر سکو گے جتنا انسانی ہاتھ کر سکتے ہیں اور پھر اپنی زندگی تک ہی کر سکو گے مگر جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ہو جاتے ہیں خدا تعالیٰ ان کے لئے بہت زیادہ سامان کر دیتا ہے۔ حضرت داؤدؑ نے فرمایا ہے کہ خدا کی قسم مَیں نے خدا تعالیٰ کے کسی نیک بندے کی سات پشتوں تک کسی کو فاقہ سے مرتے نہیں دیکھا۔

پس ہمارے تاجر یہ مت خیال کریں کہ وعظ و نصیحت کرنے سے ان کی تجارتوں کو

نقصان پہنچے گا۔ تجارت بہت اعلیٰ چیز ہے مگر یہ ایمان کے نقصان کا موجب ہو جایا کرتی ہے۔ صحابہؓ میں سے بڑے بڑے تاجر تھے مگر وہ دینی خدمات میں بھی بہت بڑھے ہوئے تھے لیکن مجھے افسوس ہے کہ ہماری جماعت کے تاجر زیادہ اچھے نہیں۔ زمینداروں اور ملازموں کی نسبت ان کی قربانیاں بہت کم ہوتی ہیں۔ لیکن سب ہی ایسے نہیں، بعض تاجروں میں ایسے بھی ہیں کہ جو قربانی میں بہت ہی بڑھے ہوئے ہیں۔ مثلاً سیٹھ عبداللہ الٰہ دین صاحب ہیں۔ وہ دین کی راہ میں اپنے مال کی کوئی قیمت ہی نہیں سمجھتے اور دین کی راہ میں ایسا بے دریغ خرچ کرتے ہیں کہ کئی دفعہ مجھے ڈر پیدا ہوا ہے کہ کہیں وہ اپنا کاروبار تباہ نہ کر لیں مگر اللہ تعالیٰ بھی خود ان کے لئے سامان پیدا کر دیتا ہے۔ اسی طرح سیٹھ عبدالرحمان حاجی اللہ رکھا تھے۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس قدر مالی خدمت کی کہ اپنی تجارت کو بھی تباہ کر لیا اور آخر میں ان کی مالی حالت بہت کمزور ہو گئی۔ اس وقت ان کے بعض دوست ان کی مدد کرتے تھے۔ ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام ایک غیر احمدی کا منی آرڈر آیا۔ جس نے لکھا تھا کہ سیٹھ عبدالرحمان میرے بڑے دوست ہیں۔ مجھے ان پر بہت حسن ظنی ہے اور ان کو بزرگ سمجھتا ہوں اور ان کا عقیدت مند ہوں۔ ایک روز مَیں نے ان کو بہت افسردہ دیکھا اور اس کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ جب میرے پاس روپیہ تھا تو مَیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدمتِ دین کے لئے بھیجا کرتا تھا مگر اب نہیں بھیج سکتا۔ ان کی اس بات کا میری طبیعت پر بڑا اثر ہوا اور مَیں نے نذر مانی ہے کہ مَیں آپ کو دو یا تین سو روپیہ ماہوار بھیجا کروں گا۔ چنانچہ اس غیر احمدی نے آپ کو روپیہ بھیجنا شروع کر دیا۔ ایک دفعہ سیٹھ صاحب کی طرف سے ایک منی آرڈر آیا جو شاید تین یا چار سو کا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیکھا تو فرمایا یہ منی آرڈر سیٹھ صاحب کا ہے۔ ان کی مالی حالت تو بڑی خطرناک ہے۔ بعد میں ان کا خط آیا جس میں لکھا تھا کہ مجھ پر کچھ قرض ہو گیا تھا جسے اتارنے کے لئے مَیں نے کسی دوست سے کچھ روپیہ لیا۔ پھر مجھے خیال آیا کہ کچھ آپ کو بھی بھیج دوں چنانچہ کچھ تو قرض اتار دیا اور کچھ آپ کو بھیج رہا ہوں۔ (مجھے یاد نہیں کہ یہ رقم تین سو تھی یا چار سو) پس مَیں اپنی جماعت کے تاجروں سے کہنا چاہتا ہوں کہ وہ اپنے ایمان کے نام پر بٹہ نہ لگائیں۔ عام طور پر ہمارے تاجر اتنی قربانیاں

نہیں کرتے جتنی زمیندار اور ملازم وغیرہ کرتے ہیں بلکہ بعض صورتوں میں تو وہ دس دس، پندرہ پندرہ روپیہ ماہوار کے ملازموں کے برابر بھی نہیں کرتے۔ بہرحال ان کے حقوق ہی نہیں، ان پر کچھ ذمہ داریاں بھی ہیں۔ انہیں چاہئے کہ انہیں ادا کریں اور ان کا فرض ہے کہ اَوروں کی طرح وہ بھی اس مہینہ کا خاص طور پر احترام کریں تاکہ یہ ان کے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی اچھا گزرے۔" (الفضل 25 ستمبر 1942ء)

1: البقرة: 186

2: لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا (البقرة: 274)

3: بخاری کتاب الرقاق باب كَيْفَ كَانَ عَيْش النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم و اصحابه (الخ)

4: تذکرہ صفحہ 50 ایڈیشن چہارم